سورة المجادلة

یہ سورۃ مدنی ہے اس میں ۲۲ آیتیں ہیں سوائے ما یکون من نجوی ثلاثه الا هو رابعهم کی آیت کے اور عطاء سے مروی ہے کہ اس کی پہلی دس آیت مدنی ہیں باقی مکّی

بسم الله الرحمن الرحیم

(۱) قَدۡ سَمِعَ اللّٰهُ قَوۡلَ الَّتِىۡ تُجَادِلُكَ (ترجمہ: اللہ نے یقیناً اس عورت کا قول سن لیا ہے جو تم سے جھگڑا کرتی ہے) جمہور نے قد سمع الله کو بغیر ادغام پڑھا اور ابو عمرو اور حمزہ اور کسائی اور ابن محیصین نے سین کے ادغام سے پڑھا ہے اور خلف بن ہشام البزار نے کہا میں نے کسائی کو کہتے ہوئے سنا ہے جس نے قد سمع اور سین سے "دال" کو واضح کیا پس اس کی زبان عجمی ہے عربی نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے التی تجادل سے مراد خولہ بنت ثعلبہ یا خولہ بنت خویلد یا خولہ بنت حکیم ہے۔ خولہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے بلند شکوہ کرنے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔ اس نے کہا میرا زوج (شوہر) نے میرا شباب کھالیا' میرا شکم (پیٹ) اس کے لئے بکھر گیا۔ پس جب میں بوڑھی ہوگئی اور میرے خاندان والے مرگئے تو اس نے مجھ سے "ظہار" کا اعلان کردیا تو آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میں اس کے سوا کچھ اور نہیں سمجھتا کہ تم اس پر حرام ہوگئی ہو۔ تو اس نے کہا ایسا نہ کیجئے میں بالکل تنہا ہوں میرے خاندان میں اس کے سوا میرا اور کوئی نہیں ہے۔ پس آپ ﷺ نے پہلی بات کو دہرایا۔ پھر اس نے دوبارہ عرض کیا پس جدال سے مراد یہی ہے۔ فِىۡ زَوۡجِهَا (ترجمہ:۔ اپنے شوہر کے بارے میں) کہا جاتا ہے کہ وہ اوس بن صامت عبادہ کا بھائی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ سلمۃ بن صحر البیاضی تھا۔ اس عورت نے اس درمیان یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں ان کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا تو وہ ضائع ہوجائیں گے۔ اور اگر اپنے پاس رکھ لیا تو وہ بھوکوں مرجائیں گے اور اس سے مراد اللہ کا قول ہے۔ وَتَشۡتَكِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ (ترجمہ:۔ اور خدا سے شکایت کرتی ہے) پس یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاللّٰهُ يَسۡمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ بَصِيۡرٌ (ترجمہ:۔ اور اللہ نے تم دونوں کی باہمی گفتگو سن لی' بلا شبہ اللہ سننے والا' دیکھنے والا ہے) تحاور کے معنی ہیں تراجع الکلام۔ یعنی آپس میں ایک دوسرے کو کہنا سننا کہ اہل عرب کہتے ہیں هم تحاورون یعنی یتراجعون الکلام اور اسی طرح محاورہ کے معنی میں مراجعة المنطق والکلام فی المخاطبة (آپس میں کی گفتگو اور کلام میں ایک دوسرے کو کہنا سننا۔) حاوره والحمورة یہ محاورة سے لئے گئے ہیں جیسے المشورة' الشاورة سے ہے۔ حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا پاک ہے وہ ہستی جس کی سماعت اصوات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ آپ نے یہ فرمایا کہ خولہ کی بعض باتیں مخفی تھیں حالانکہ اللہ نے اس کے جھگڑے کو سنا پس رسول اللہ ﷺ نے اوس بن صامت کو بلایا اور اس کو سنایا

(۲) اَلَّذِيۡنَ يُظٰهِرُوۡنَ (ترجمہ:۔ وہ لوگ جو ظہار (بیوی کو ماں کی پیٹھ سے مشابہہ ہونے کا اعلان) کرتے ہیں) نافع ابن کثیر اور ابو عمرو نے یُظهرون پڑھا ہے اور عاصم وغیرہ نے یظاهرون۔ اور اُبی نے یتظاهرون اور یتظهرون پڑھا ہے تظاهر

اور تظهو سے' اس سے مراد کلمہ ''ظہار'' ہے جو مرد اپنی بیوی سے کہتا ہے۔ تم مجھ پر میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہو اور اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ تم مجھ پر حرام ہو اور یہ قول جانوروں کے بارے میں معروف ہے اور مرد کی عورت سواری کی طرح ہے کیونکہ وہ اس پر اسی طرح سوار ہوتا ہے جیسا کہ اپنی سواری کی پیٹھ پر اور جب وہ کہے اس سے تم میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں اب وہ اس پر اس طرح راکب نہیں ہوسکتا جیسا کہ اپنی ماں کی پشت پر' پس اس کا اس سے مقصد تحریم ہوتا ہے۔ **مِنۡکُمۡ مِّنۡ نِّسَآئِهِمۡ** (ترجمہ:۔تم میں سے اپنی عورتوں (بیویوں) سے) اس میں ڈانٹ ڈپٹ (توبیخ) ہے عربوں کے لئے۔ اس لئے کہ اہل جاھلیہ کی قسموں میں سے یہ ایک قسم تھی۔ برخلاف دوسری اقوام کے۔ اور اسی طرح عرب اپنی عورتوں (بیویوں) سے کہا کرتے تھے نزلت عنها اور اس سے مراد ان کی طلاق ہوتی تھی۔ **مَّا هُنَّ** (ترجمہ:۔جو نہیں ہیں وہ) یعنی بیویاں **اُمَّهٰتِهِمۡ** (ترجمہ:۔ان کی مائیں) جمہور نے اہل حجاز کی لغت کی رو سے نصب (زبر) کے ساتھ پڑھا ہے۔ مفضل سے مروی ہے کہ بنی تمیم کی لغت میں اسے بالرفع (پیش کے ساتھ) پڑھا ہے۔ کیونکہ وہ ''ما'' کی خبر کو 'رفع'' کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے ایک شاعر نے کہا۔

فاجاب ما قتل المحب حرام   مهفهف كالغصن قلت له انتسب

(وہ شاخ کی طرح نازک بدن' میں نے اس سے کہا نسب بیان کر و اس نے جواب دیا محبّ کا قتل حرام نہیں) تمہاری ازواج تمہاری مائیں نہیں ہیں۔ **اِنۡ اُمَّهٰتُهُمۡ** (ترجمہ:۔ان کی مائیں ہیں) **اِلَّا الّٰٓـىِٔۡ** (ترجمہ:۔مگر وہ) یعنی وہ عورتیں جنہوں نے **وَلَدۡنَهُمۡ** (ترجمہ:۔ان کو جنم دیا ہے) اور وہ دودھ پلانے والیاں جو رضاعت کی وجہ سے ماؤں سے ملحق ہیں۔ **وَاِنَّهُمۡ** (ترجمہ:۔اور بلاشبہ وہ لوگ) یعنی (جنگلی) بدوعرب (دیہاتی لوگ) **لَيَقُوۡلُوۡنَ مُنۡكَرًا** (ترجمہ:۔کہتے ہیں جھوٹی بات) یعنی مکروہ' ناپسندیدہ' گھٹیا بات۔ **مِّنَ الۡقَوۡلِ** (ترجمہ:۔بات) یعنی شریعت اور عقل دونوں کے لئے نا قابل قبول **وَزُوۡرًا** (ترجمہ:۔اور جھوٹ) یعنی جھوٹ اور باطل ۔اصمعی نے کہا ہے کہ یہ تزویرا الصدر سے مشتق ہے۔ اور تزویر الکلام سے مشتق نہیں ہے۔ **وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ** (ترجمہ:۔اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخش دینے والا ہے) اسے جوان کے ماضی میں گذر چکا ہے۔

(۳) **وَالَّذِيۡنَ يُظٰهِرُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِهِمۡ ثُمَّ يَعُوۡدُوۡنَ لِمَا قَالُوۡا** (ترجمہ:۔اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں) عود کے معنی میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ اور مالکؒ کے اصحاب اور امام شافعیؒ نے کہا کہ عود امساک نفس ہے اور آپ نے فرمایا جس آدمی پر زمانہ گذر گیا کہ وہ اس میں طلاق دے سکتا تھا اور پھر اس نے اس میں طلاق نہیں دی تو اس سے ثابت ہوا کہ وہ رجوع کرنے والا ہے اور اس سے کفارہ لازم آئے گا کیونکہ اس کا اسے ایک زمانے تک قائم رکھنا کہ جس میں طلاق دینا بھی ممکن تھا اور پھر بھی اس نے اس کو طلاق نہیں دی تھی تو وہ اس سے باز رہنے کے ارادہ کو قائم مقام ہے وہی اس بات پر دلیل ہے۔ امام مالک نے فرمایا ہے کہ عود کے معنی ہیں عورت کو اپنے پاس روکے رکھنے اور اس کے ساتھ مقاربت' ہم بستری کرنے کا ارادہ کرنا اور امام مالک ہی سے ایک اور روایت میں یوں مروی ہے کہ عود محض وطی (ہم بستری) کو کہا جاتا ہے جبکہ امام کے

شاگردوں کے نزدیک ضعیف ہے۔داؤداور دیگر اہل ظاہر نے کہا ہے کہ عود سے مراد ہے لفظ ظہار کا دوبارہ دھرانا۔اور جہاں کہیں وہ ایسا نہیں کرے گا وہ عائد نہیں کہلائے گا۔صحیح اور درست وہی بات ہے جو امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے اور وہ یہ ہے کہ عود سے مراد عورت سے مباشرت کا ارادہ کرنا ہے۔اور امام شافعیؒ کا قول بھی ایسا ہی ہے کہ اس کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے کیونکہ جب ظہار کرنے والا شخص اپنے آپ کو روک لیتا ہے اور اسے ایسے وقت میں بھی طلاق نہیں دیتی جس میں اسے طلاق دینا بھی ممکن تھا تو گویا اس نے باعتبار انجام کار اس کے ساتھ ہم بستری کا ارادہ کیا ہوا ہے اور روکنے کا ارادہ یقیناً ہم بستری کا ارادہ ہے۔پس ہم بستری کا ارادہ ہی حقیقتاً عود ہے پس یہ کہنے کی حاجت نہیں ہے کہ عود عورت اپنے پاس روکے رکھنے اور ہم بستری کے عزم کو کہا جاتا ہے جیسا کہ امام مالکؒ کا قول ہے البتہ جس نے یہ کہا کہ عود محض مجامعت کو کہتے ہیں تو اس کا یہ کہنا لغو ہے۔اسکے لئے اللہ نے فرمایا ہے کہ بیوی کو چھونے سے قبل کسی غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا ہے۔پس جماع کفارہ سے پہلے حرام ہے۔قاضی ابن رشد نے **بدایة المجتهد** میں لکھا ہے اس مسئلہ میں ان کے نزدیک معقول طریق (راستہ) وہ ہے جیسے فقہاء سبر اور تقسیم کے طریق کے طور پر جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ عود کے معنی یا تو تکرار لفظ ہے جیسے کہ داؤد ظاہری کی رائے ہے یا اس سے مراد نفس مجامعت ہے یا اس سے مراد نفس امساک ہے یا اس سے مراد ارادہ ہم بستری ہے اور الفاظ کا تکرار مراد نہیں ہوگا کیونکہ تاکید ہے اور تاکید کفارہ کو لازم نہیں کرتی۔اور نہ ہی ہم بستری کی خاطر روکے رکھنے کا ارادہ مراد ہوگا اس لئے کہ امساک تو بعد میں بھی موجود ہے۔باقی رہ جاتا ہے کہ اس سے ہم بستری کا ارادہ مراد ہو۔اگر مجامعت کے لئے روکنے کا ارادہ مراد ہوگا تو پھر اس نے مجامعت ہی کا ارادہ کیا پس ثابت ہوا کہ **عود** سے مراد عزمِ مجامعت ہی ہے۔**فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمۡ تُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِيۡرٌ**۔(ترجمہ:۔ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ضروری ہے قبل اس کے کہ دونوں (میاں بیوی) باہم اختلاط کریں اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سارے اعمال کی پوری خبر ہے) شرط رقبة میں اختلاف ہے کہ اس کا مومن ہونا ضروری ہے یا نہیں۔امام مالکؒ و امام شافعیؒ کے نزدیک یہ شرط ہے۔اور امام ابوحنیفہؒ اس میں کافر غلام کی رہائی کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔لیکن ان سب کے نزدیک بت پرست اور مرتد غلام و کنیز کی آزادی دلانا جائز نہیں ہے۔پہلے فریق کی دلیل یہ ہے کہ غلام و کنیز کی عبادت رہائی کی وجہ سے ہوتی ہے۔لہذا واجب ہے کہ وہ مسلمان ہو۔اور کبھی کبھی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ از قسم قیاس نہیں ہے۔بلکہ وہ مطلق کو مقید پر محمول کرنے کی قسم میں سے ہے۔اور یہ اس لئے کہ کفارہ قتل میں رقبة (غلام) کے مومن ہونے کی قید ہے اور کفارہ ظہار میں اسے مطلق رکھا گیا ہے۔پس مطلق کو مقید کی طرف پھیرنا ہی واجب ہے اور حنفی اسے جائز نہیں سمجھتے اس لئے اس میں اسباب مختلف ہیں پس ان کے نزدیک ہر ایک کو اپنے اپنے الفاظ پر محمول کرنا واجب ہے۔پھر انہیں اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا وہ غلام سے عیوب سے سالم ہونا چاہئے یا نہیں اگر وہ سالم ہو تو کون سے عیوب پس جمہور کا قول ہے کہ عیوب کا بھی غلام کے آزادی کے عدم جواز میں عمل دخل ہوتا ہے۔اور ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ اس میں عیوب کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔جمہور کی دلیل ہے اسے قربانی کے جانوروں کے ساتھ تشبیہ دینا ہے کیونکہ اس میں بھی تقرب ہوتا ہے دوسرے فریق کی دلیل آیت کے الفاظ کو مطلق رکھنا

ہے۔ پھر پہلا فریق عیب کے بارے میں کہتا ہے کہ اندھا پن، دونوں ہاتھوں یا دونوں پاؤں کا کٹا ہونا اس کے جائز ہونے کے لئے مانع ہے۔ البتہ کوئی غلام ایک ہاتھ کٹا ہوا ہے تو اسے امام ابوحنیفہ نے جائز قرار دیا ہے۔ جبکہ امام مالکؒ وشافعیؒ نے اسے منع فرمایا ہے۔ باقی تیڑھا پن امام مالک کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ اور دونوں کان کٹے ہوئے ہونا امام مالک اور شافعی کے نزدیک بھی ناجائز ہے۔ تحریر سے مراد آزاد کرنے کی ابتداء ہے۔ اور اگر اس میں حریت کے عقود میں سے کوئی ایک بھی عقد ہوگی مثلاً مکاتب ہونا تو وہ محض کفارہ کا پورا کرنا شمار ہوگا۔ وہ اعتاق نہیں کہلائے گا۔ ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مکاتب غلام اموال کتابت میں یا اموال مکاتیب میں سے بہت ہی عمدہ چیز ہوگا تو اس کا آزاد کرنا اس کفارہ کے لئے جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر اس نے مال کتابت ادا نہیں کیا ہوگا تو پھر آزاد کرنا جائز ہوگا اور مدبر غلام کے بارے میں بھی اختلاف ہے امام شافعی، امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کا آزاد کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح نسب کی وجہ سے جو غلام آزاد ہوتا ہے اس میں بھی اختلاف ہے۔ امام مالک وشافعی فرماتے ہیں ایسے غلام کو آزاد کرنا کفارہ ظہار کے لئے کافی نہیں ہوگا ابوحنیفہؒ فرمایا ہے وہ ایسے غلام کی آزادی سے کفارہ ظہار کی نیت کرے گا تو کافی ہوگا۔ پس انہوں نے اسے ایسے غلام سے تشبیہ دی ہے جس کا آزاد کرنا، آزاد کرنے والے کے سر پر لازم نہیں ہے۔ اور یہ اس لئے کہ ان دونوں قسم کے غلاموں کا خریدنا اس پر واجب نہیں ہے۔ اسی طرح ان کی قیمت کا آزادی کے طور پر اس میں صرف کرنا واجب نہیں ہے۔ پس جب وہ ان کو خریدنے اور ان کی خرید میں قیمت صرف کرنے سے ظہار کے کفارے کی نیت کرے گا تو جائز ہوگا جبکہ شافعیہ اور مالکیہ نے یہ دیکھا کہ جب ایسے غلام کو اس شخص نے خریدا ہے جس پر آزاد کرنے کی نیت کے بغیر محض خریدنے ہی سے وہ آزاد ہوجاتا ہے لہذا ایسے شخص کا خریدنا کفارہ ظہار کے لئے جائز نہ ہوگا۔ پس امام اعظم ابوحنیفہؒ نے محض ارادۂ خرید کو آزاد کرنے کے قائم مقام قرار دیا ہے۔ جبکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ اس ذات کو آزاد کرنے کا ارادہ کرنا ضروری ہے پس دونوں حضرات اسے اس کے اختیار سے آزاد کرنے والا کہتے ہیں گویا کہ وہ شخص دوسرے ارادے کے مطابق آزاد کرنے والا بنتا ہے اور پہلے ارادے کے مطابق وہ خریدار قرار پاتا ہے اور دوسرے کے نزدیک اس کے برعکس۔ اس مسئلہ کے متعلق گفتگو طویل ہے اسے کتب فقہ میں دیکھنا چاہئے۔

(۴) **فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ مُتَتَابِعَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّتَمَآسَّا** (ترجمہ:۔ پھر جس کو غلام، لونڈی میسر نہ ہو تو اس کے ذمے لگا تار دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے وہ دونوں باہم اختلاط کریں) یعنی جو کوئی غلام و کنیز کو نہ پاسکے تو اس پر واجب ہے کہ وہ باہم اختلاط سے پہلے دو مہینے مسلسل روزے رکھے۔ ظاہر آیۃ تتابع (لگا تار روزے رکھنے) کے وجوب پر زور دیتی ہے۔ پس اگر بغیر عذر روزہ نہیں رکھا تو از سر نو شروع کرے یا عذر سے ہے مثلاً سفر وغیرہ تو سعید بن المسیبؒ، عطاء ابن ابی رباح، شعبی، مالک اور شافعی رحمهم الله کے ایک قول کے مطابق وہ نئے سرے سے آغاز کرے گا۔ اور اگر روزے رکھنے کے بعد غلام مل جائے تو اس میں بھی اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ ان کے صحاب نے غلام آزاد کرنے کو لازم قرار دیا ہے۔ اور مالکؒ وشافعیؒ نے صوم کو جائز قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس نے روزے غلام و کنیز کے عدم دستیاب کے وقت رکھے تھے۔ ابوحنیفہؒ نے کہا کہ وجود رقبۃ (غلام کا ہونا) روزہ کو باطل کر دیتا

ہے اور روزے اس کے عدم وجدان (غیر موجودگی) پر واجب ہوتے ہیں۔اور اگر روزے کے دوران اس نے جماع کر لیا تو "تتابع" باطل ہو گیا اور اسے روزے از سرِ نو شروع کرنا چاہئے۔یہی ابوحنیفہؒ نے کہا۔لیکن شافعیؒ نے کہا 'تتابع" اس وقت باطل ہوگا اگر اس نے مجامعت دن میں کی رات میں نہیں۔اور حق وہی ہے جو ابوحنیفہؒ نے کہا ہے کیونکہ اس پر مباشرت سے پہلے دو مہینوں کا تسلسل (صیام) لازم تھا جیسے کہ نص میں یہی حکم ہے۔ **فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا** (ترجمہ:۔پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے) یعنی جو روزے رکھنے پر قادر نہ ہو تو اس پر ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا واجب ہے۔اللہ سبحانہ نے یہاں "من قبل ان یتماسا" کی کوئی قید نہیں لگائی۔اس سے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا اگر اس کا کفارہ کھانا کھلانے سے ہو تو اسے جائز ہے کہ بیوی سے مجامعت کرے پھر کھانا کھلائے۔اس لئے کہ ان کے نزدیک مطلق اپنے اطلاق پر ہی رکھا جاتا ہے۔اور مقید اپنی تقید پر ہی محمول کیا جاتا ہے۔اس مقدار میں اختلاف ہے جو ساٹھ مسکینوں میں سے ایک کے لئے کافی ہوتی ہے۔امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ مقدار ہشام کا صاع ہے جو کہ نبی ﷺ کے دو صاع کی مقدار کے برابر ہے اور ایک روایت میں منقول ہے ایک مد (صاع) سے کم اور یہی شافعیؒ کا قول ہے۔ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ نصف صاع گیہوں ہے البتہ ایک ہی کلمہ سے ایک سے زائد بیویوں کے ساتھ ظہار کرنے کے کفارے کے بارے میں اختلاف ہے۔مالکؒ نے فرمایا اس پر ایک کفارہ واجب ہوگا۔ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ظہار کی تعداد کے اعتبار سے کفارات عائد ہوں گے۔اگر دو سے ظہار کیا تو دو اگر تین سے تو تین کفارے ہوں گے۔جب ظاہر نے ظہار اپنی بیوی سے مختلف مجالس میں کیا ہو تو اس پر واحد کفارہ ہوگا یا اس عدد کے مطابق ہوگا جتنی بار ظہار کیا مالکؒ نے کہا اس پر صرف ایک کفارہ ہوگا سوائے اس کے وہ کفارہ ادا کرنے کے بعد دوبارہ ظہار کرے۔اس صورت میں ان کے نزدیک دوبارہ کفارہ ہوگا۔اور یہی اوزاعی، احمد اور اسحاق کا قول ہے۔اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ہر ظہار کے لئے کفارہ واجب ہے۔اور یہی امام شافعیؒ کا قول ہے۔البتہ جب وہ ظہار ایک ہی مجلس میں ہوگا تو امام شافعیؒ کے نزدیک ایک ہی کفارہ ہوگا۔امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وہ اس کی نیت کی طرف رجوع ہوگا اگر اس کی نیت اس ایک ہی ظہار کی تاکید مقصود ہے تو ایک ہی کفارہ ہوگا ورنہ نہیں۔لونڈی کے ظہار کے بارے میں اختلاف ہے۔اسی طرح عورت مرد سے ظہار کرے تو اس بارے میں بھی اختلاف ہے۔امام ثوریؒ امام مالکؒ اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ اس سے ظہار لازم آتا ہے جس طرح آزاد بیوی سے ظہار ہوتا ہے۔اسی طرح مدبر اور ام الولد لونڈی کے ساتھ ظہار۔امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ اور ابو ثورؒ نے کہا ہے کہ باندی سے ظہار نہیں ہوتا۔امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس نے لونڈی کے ساتھ "وطی" کی ہوگی تو اس سے بھی ظہار ہو جائے گا۔اور اگر وطی نہیں کی ہے اور اس سے ظہار کیا ہے تو وہ قسم کہلائے گا۔اور قسم کا کفارہ واجب ہوگا۔عطاء کہتے ہیں کہ وہ ظہار ہی ہوگا لیکن کفارہ نصف ہو جائے گا۔امام ثوریؒ اور امام مالکؒ وغیرھم کی دلیل "**والذین یظاھرون من نساء ھم**"(**المجادلہ۳**) ہے اور باندیاں بھی "نساء" ہی میں کے ہیں۔اور جنہوں نے اسے ظہار تسلیم نہیں کیا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ "**للذین یولون من نساء ھم تربص اربعة شھر**"(**البقرۃ ۲۲۶**) میں "نساء" سے مراد شوہر والیاں مراد ہیں۔اسی طرح

ظہار کی آیت میں بھی لفظ نساء سے مراد شوہر والیاں ہی ہے۔ پس امام شافعیؒ اور امام ثوریؒ ' داؤد کے نزدیک اجنبی عورت سے ظہار ثابت نہیں ہوتا مثلاً کسی کا یہ کہنا کہ میں نے جس عورت سے بھی نکاح کیا وہ میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہوگی۔ اور امام مالکؒ کے قول کے مطابق ظہار ہے اور ابوحنیفہؒ اور اوزاعی اور ثوری کا بھی یہی قول ہے۔ برخلاف طلاق کے کہ وہ واقع نہیں ہوتی۔ البتہ عورت کا مرد سے ظہار کرنے کے بارے میں علماء کے تین اقوال ہیں۔ مشہور قول یہی ہے کہ وہ ظہار نہیں ہوتا یہی مالکؒ وشافعیؒ کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس عورت پر قسم کا کفارہ لازم آئے گا۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اس پر ظہار کا کفارہ لازم آئے گا۔ اور جمہور کا معتمد قول یہ ہے کہ ظہار کو تشبیہ طلاق سے دی گئی ہے پس جس نے عورت کے ظہار کو لازم کیا ہے تو اس نے ظہار کو یمین (قسم) سے تشبیہ دی ہے اور جس نے اس میں فرق کیا ہے تو اس نے گویا یہ دیکھا ہے کہ اس بارے میں لازم آنے والی سب سے کم تر چیز قسم کا کفارہ ہے۔ یہ بات ضعیف ہے اور انہوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ ظہار کرنے والے پر وطی کرنا حرام ہو جائے گا۔ البتہ انہوں نے اس کے طرف لذت کے ساتھ دیکھنے اور غیر قُبل میں وطی کرنے کے بارے میں اور اسے چھونے کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ پس ابوحنیفہؒ اور مالکؒ فرماتے ہیں کہ جماع اور استمتاع کے تمام اقسام حرام ہیں۔ البتہ اس کے بازوؤں' ہتھیلیوں اور چہرے کی طرف دیکھنا جائز ہے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس پر وطی کرنا حرام ہے اور اس کے علاوہ حرام نہیں۔ یہی ثوریؒ اور ایک جماعت کا قول ہے۔ ابوحنیفہؒ اور مالکؒ نے من قبل ان یتماسا سے استدلال کیا ہے کہ جب کفارہ سے پہلے مس کرنا منع ہے تو جماع کے دوسرے دعاوی کیوں منع نہیں ہوں گے۔ اور شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ''مس'' سے مراد مجازاً ''جماع'' ہے۔ اور یہ بات متفق علیہ ہے پس ''فرج'' کے علاوہ میں وطی اور بوس وکنار مراد نہیں ہوگی ورنہ حقیقت ومجاز دونوں کا ایک ساتھ جمع ہونا لازم آئے گا۔ حاصل یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت کریمہ اوس بن عبادہؓ کو پڑھ کر سنائی تو اس نے عرض کیا کہ اللہ کے نبی ﷺ میں روزے کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ جب میں دن میں نہیں کھاتا ہوں تو یوں یوں ہوتا ہے اور پھر وہ شکوہ کرنے لگا اور یہ بھی کہا کہ میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت بھی نہیں رکھتا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم کھجور کے ایک حصہ سے تیری مدد کریں گے اور عبداللہ بن سلام نے بھی عرض کیا کہ میں بھی اس کی مدد کرونگا پھر اس نے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلایا۔ **ذٰلِكَ** (ترجمہ:۔ وہ) یعنی کفارہ کے حکم کے بارے میں سہولت۔ **لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتِلْكَ** (ترجمہ:۔ تاکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھو جو یہ) یعنی مذکورہ احکام۔ **حُدُوْدُ اللّٰهِ** (ترجمہ:۔ اللہ کی حدود میں) پس اس میں تجاوز نہ کریں۔ ازہری نے کہا اور اس کی دو شکلیں ہیں پہلی حدود ہے جنہیں اللہ نے لوگوں کے لئے طعام ومشروبات ونکاح واقسام میں سے مقرر فرمایا ہے کچھ چیزیں حلال فرمائیں اور کچھ چیزیں حرام فرمائیں۔ اور ''نهی عنه'' چیزوں سے باز رکھنے کا حکم دیا اور اس کی خلاف ورزی سے منع فرمایا۔ اور دوسری عقوبات (سزائیں) ہیں جو مقرر کی گئی ہیں اس آدمی کے لئے جس نے نهی عنه کا ارتکاب کیا مثلاً چور کی حدود ہے کہ ربع دینار یا زائد کے بدلہ میں اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دینا یا مثلاً زانی غیر شادی شدہ کی حد ایک سو درّے یا شادی شدہ زانی کی حد رجم (سنگ باری) یا گالی دینے والے کی حد (۸۰) درّے۔ انہیں حدود اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ سزا والے کاموں کے کرنے سے روکتی ہیں۔ پہلی قسم کو حدود اس

لئے کہا گیا ہے کہ وہ منہیات ہیں جس کی طرف بڑھنے سے اللہ نے منع فرمایا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ حدود انہیں کہتے ہیں جن کی طرف آدمی قریب نہیں جاتا۔ مثلاً حرام کردہ خواہشات وغیرہ اور اسی طرح اللہ نے اپنے اس ارشاد میں **تلک حدود الله فلا تقربوھا** میں اشارہ فرمایا ہے اور کچھ حدود ایسی بھی ہیں جو متعدد نہیں ہوتی مثلاً معینہ مواریث اور چار شادیاوں کرنا اسی سلسلے میں اللہ کا یہ فرمان ہے **تلک حدود الله فلا تعتدوھا**. **وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ** (ترجمہ:۔اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے) یعنی الم ناک عذاب اس لئے کہ کافران حدود سے روگردانی کرتا ہے اور تجاوز کرتا ہے۔

(۵) **اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ** (ترجمہ:۔ بلاشبہ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں) زجاج نے کہا کہ محاداۃ اس طرح سے ہو کہ وہ آپ کے دوست کے مخالف ہو تو یہ معاداۃ سے کنایہ ہے۔ اس لئے کہ یہ لازمہ ہے اس کا اور اس کی اصل ممانعۃ ہے اور اسی سے حدید ہے اور حداد ہے۔ دربان کے معنی ہیں یعنی عداوت کرتے ہیں۔ **كُبِتُوْا** (ترجمہ:۔ ذلیل کئے جائیں گے) یعنی پکڑے جائیں گے اور ہلاک کئے جائیں گے قتادہ نے کہا انہیں بدلہ ملے گا۔ اور سدی نے کہا ان پر لعنت بھیجی جائے گی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مذحج کی لغۃ ہے، اور فراء نے کہا یوم خندق کے موقع پر غیض وغضب میں ڈالے گئے اور کہا جاتا ہے کہ یوم بدر کے موقع پر۔ ابوعبیدہ اور اخفش نے کہا ہلاک کئے جائیں گے۔ ابوعبیدہ نے کہا کبتوا میں ''تا'' بدل ہے ''دال'' کا یعنی کبدوا یعنی ان کے جگر میں بیماری لاحق ہوتی۔ اور ابواسحٰق نے کہا کبتوا کے معنی ہیں ذلیل کئے گئے اور پکڑے گئے عذاب کے ذریعہ کیونکہ مغلوب کرائے گئے۔ **كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ** (ترجمہ:۔ جیسا کہ ان سے پہلے والوں کو ذلیل کیا گیا) یعنی انبیاء علیہم السلام کے دشمنوں میں سے لوگوں کو۔ **وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ** (ترجمہ:۔ ہم واضح نشانیاں بھیج چکے ہیں) یہ اس بات کی دلالۃ ہے کہ انبیاء علیہ السلام نے جو ان سے کہا اور جو کچھ وعظ ونصیحت انہیں پیش کی وہ سچائی پر مبنی تھی۔ **وَلِلْكٰفِرِيْنَ** (ترجمہ:۔ اور کافروں کے لئے) ان واضح آیات کی وجہ سے **عَذَابٌ مُّهِيْنٌ** (ترجمہ:۔ اہانت انگیز عذاب ہے) یعنی ان کی عزت کو ختم کردے گا اور انہیں ذلیل بنادے گا۔

(٦) **يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ** (ترجمہ:۔ جس دن اللہ انہیں اٹھائے گا) یوم منصوب ہے مھین کی وجہ سے اذکر کو مقدر ماننے کی وجہ سے۔ **جَمِيْعًا** (ترجمہ:۔ سب کو) یعنی ان سب کو۔ بغیر اٹھائے ہوئے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑا جائے گا یا اس کے معنی میں ایک ہی حال میں اکٹھا اٹھایا جائے گا۔ **فَيُنَبِّئُهُمْ** (ترجمہ:۔ پس (اللہ) انہیں بتائے گا) یعنی آگاہ کرے گا۔ **بِمَا عَمِلُوْا** (ترجمہ:۔ وہ جو انہوں نے عمل کیا) دنیا میں ان کو خجل کرنے اور شرمندہ کرنے کے لئے۔ پس انہیں حشر میں رسوائی نصیب ہوگی۔ **اَحْصٰهُ اللّٰهُ** (ترجمہ:۔ اللہ نے ان اعمال کو محفوظ کررکھا ہے) اس لئے کہ وہ جزیات وکلیات کو جانتا ہے **وَنَسُوْهُ** (ترجمہ:۔ اور انہوں نے اسے بھلا دیا تھا) کیونکہ اس عمل کو کرتے ہوئے وہ اسے معمولی اور حقیر سمجھتے تھے۔ **وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ** (ترجمہ:۔ اللہ ہر چیز پر گواہ ہے) کوئی شئے اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پس اللہ کے تمام اشیاء کو جاننے میں کوئی شک نہیں۔

(۷) اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعۡلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ (ترجمہ:۔کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمینوں میں ہے۔) تو کوئی شئے کیسے اس سے چھپی رہ سکتی ہے۔ مَا يَكُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰى ثَلٰثَةٍ (ترجمہ:۔کوئی سرگوشی نہیں ہوتی تین کے درمیان) نجویٰ' تناجی اور نجی دو آدمیوں کے مابین راز داری۔ کہا جاتا ہے نجوته نجواً یعنی سار رته (میں نے اس سے پوشیدہ بات کی) اور اسی طرح ناجیة ہے اور اسم نجوی ہے۔ ایک شاعر نے کہا۔

فبتّ انجوبها نفسا تكلفنى ما لا يهمّ به الجثامة الورع

اِلَّا هُوَ (ترجمہ:۔مگر وہ (ہوتا ہے) یعنی اللہ تعالیٰ رَابِعُهُمۡ وَلَا خَمۡسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمۡ وَلَاۤ اَدۡنٰى (ترجمہ:۔چوتھا ہوتا ہے نہ پانچ کے درمیان کوئی ہوتا ہے مگر چھٹا ہے وہ' اور نہ کم) یہاں ادنیٰ بمعنی اقل۔ مِنۡ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكۡثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمۡ (ترجمہ:۔اس سے اور نہ ہی اکثر مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے) وہ جانتا ہے جو کچھ باہم سرگوشی کرتے ہیں۔ اور جانتا ہے جو کچھ باہم مشاورت کرتے ہیں۔ پس ان کے بھید ان کی پوشیدہ باتیں اس پر مخفی نہیں ہیں۔ یہ آیات منافقین کے بارے میں نازل ہوئی اس لئے کہ اپنی محفلوں میں مومنین غیض وغضب سے بھرپور ضرر رساں سرگوشیاں کرتے تھے اور کبھی کبھار وہ یہ دونوں قسم کے کام یعنی سرگوشیاں اور مشاورت بھی کرتے تھے۔ اَيۡنَ مَا كَانُوۡا (ترجمہ:۔ جہاں کہیں بھی وہ ہوں) کیونکہ اس کا علم ہر شئے پر محیط ہے، پس قرب وبعد۔ اس کے لئے کوئی ممانعت نہیں رکھتا۔ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ (ترجمہ:۔پھر وہ قیامت کے دن انہیں آگاہ کرے گا جو عمل انہوں نے کیا تھا) پس وہ جو کچھ اعمال کرتے تھے انہیں ان کی جزا دے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ (ترجمہ:۔ بلاشبہ اللہ ہر شئے کو جاننے والا ہے) کوئی شئی اس پر مخفی نہیں۔

(۸) اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ نُهُوۡا عَنِ النَّجۡوٰى (ترجمہ:۔کیا آپ نے نہیں دیکھا جنہیں سرگوشی کرنے سے منع کردیا گیا تھا) یعنی گناہ کے بارے میں سرگوشی ہے۔ ثُمَّ يَعُوۡدُوۡنَ لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَيَتَنٰجَوۡنَ بِالۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ (ترجمہ:۔ پھر جس سے انہیں منع کیا گیا تھا وہ لوٹ گئے اور گناہ' سرکشی کی باہم سرگوشی کرتے ہیں) یعنی ظلم۔ وَمَعۡصِيَتِ الرَّسُوۡلِ (ترجمہ:۔اور رسول کی نافرمانی میں) یعنی محمد رسول اللہ ﷺ۔ یہود اور منافقین کی عادت تھی جب مومنوں کو وہ دیکھتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ بازی کرتے تھے۔ اور ایسا کرنے سے ان کا ارادہ استحقار ہوتا تھا یعنی اس کے معنی یہ ہیں کہ تم مغلوب کردئے گئے۔ تمہارے بھائی اور انصار قتل کردئے گئے اور تم ہمارے درمیان ایسے رہ گئے ہو جیسے کسی کا کوئی مال اور معین نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ اس سے انہیں روکا مگر وہ باز نہیں آئے بلکہ جس سے منع کیا تھا اسے بار بار کرنے لگے پس یہ آیت نازل ہوئی۔ وَاِذَا جَآءُوۡكَ حَيَّوۡكَ بِمَا لَمۡ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ (ترجمہ:۔اور جب وہ آپ کے پاس آتے تو آپ ایسے الفاظ میں سلام کرتے جن لفظوں میں اللہ نے آپ کو سلام نہیں کہا) کیونکہ وہ اپنے سلام میں آپ کو السام علیک یا محمد کہتے اور اللہ کہتا سلام علی عباده الذین اصطفی۔ زہری سے مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے ان کے قول کے بارے میں دھیان دیا اور کہا وعلیکم السامة نبی ﷺ نے فرمایا مهلا یا عائشه (ٹھیر جاؤ عائشہ جلدی نہ کرو) بلاشبہ اللہ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتا ہے تو آپ نے کہا یا نبی ﷺ کیا آپ نے

نہیں سنا کہ وہ کیا کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم نے نہیں سنا کہ میں ان پر کیا لوٹا تا ہوں میں کہتا ہوں' وعلیکم"۔ابن زید نے کہا کہ السام بمعنی موت ہے۔حدیث میں ہے لکل داءٍ دواء" الاالسام یعنی سوائے موت کے ہر بیماری کی دواء ہے۔ابن الاعرابی نے کہا السامة یعنی الموتة اسمیں اختلاف ہے کہ یہ مہموز ہے(ھمزہ والا) بلکہ معتل (حرف علت والا) ہے۔ابن الاثیر نے کہا یہ مہموز ہے۔ **وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ** (ترجمہ:۔اور اپنے آپ سے کہتے ہیں ہم جو کہتے ہیں اللہ اس پر ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا) یعنی وہ آپس میں کہا کرتے تھے۔اگر وہ نبی ہوتے تو کیوں ہمیں بددعا نہیں دیتے اور ہم جو کہتے ہیں اس پر اللہ عذاب کیوں نہیں نازل کرتا۔پس اللہ نے ارشاد فرمایا **حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ** (ترجمہ:۔جہنم ان کے لئے کافی ہے) عذاب اور عبرت کے طور پر **يَصْلَوْنَهَا** (ترجمہ:۔جہاں وہ پہونچیں گے) یعنی داخل ہوں گے **فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ** (ترجمہ:۔پس وہ برا ٹھکانہ ہے) یعنی لوٹ کر جانے کی جگہ۔

(۹) **يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا** (ترجمہ:۔اے ایمان لانے والو) کہا جاتا ہے کہ یہ منافقوں سے خطاب ہے۔اور کہا جاتا ہے کہ مومنوں سے خطاب ہے۔ **اِذَا تَنَاجَيْتُمْ** (ترجمہ:۔جب تم ایک دوسرے سے سرگوشی کرو) یعنی آپس میں کسی بھی معاملے میں **فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ** (ترجمہ:۔تو گناہ' سرکشی اور رسول سے نافرمانی کے لئے ایک دوسرے سے سرگوشی مت کرو) یعنی معاملات میں سے کسی امر پر جب کوئی باہمی کانا پھوسی کرو تو یہودیوں سے مشابہت مت اختیار کرو۔ **وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ** (ترجمہ:۔بلکہ نیکی اور تقویٰ (پرہیزگاری) کی آپس میں رازدارانہ گفتگو کرو اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں جمع کیا جائے گا۔) حساب کے لئے۔پس وہ تمہیں آپس میں اچھی اور برائی کی سرگوشی کرنے پر بدلہ دے گا۔جمہور نے تتناجوا 'تناجی سے پڑھا ہے اور ابن محیصن نے 'تا' کو 'تا' میں مدغم کر دیا ہے۔اور کوفیوں' اعمش' ابو حیوٰۃ اور اویس نے فلا تنتجوا (انتجی باب افتعال سے) پڑھا ہے۔اور جمہور نے عدوان کی عین پر پیش پڑھا ہے۔مگر ابو حیوٰۃ نے زیر کے ساتھ پڑھا ہے۔ضحاک نے معصیات الرسول جمع پڑھا ہے لیکن جمہور نے واحد پڑھا ہے اور عبداللہ نے اذا نتجیتم فلا تنتجوا پڑھا ہے۔

(۱۰) **اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ** (ترجمہ:۔یقیناً سرگوشی شیطان کی جانب سے ہے) یعنی اس کی فریب کاری اور اس کی سجاوٹ (تزئین) ہے **لِيَحْزُنَ** (ترجمہ:۔تاکہ غمگین کرے) یعنی شیطان۔ **الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ** (ترجمہ:۔انہیں جو صاحب ایمان ہیں اور نہیں ہے) یعنی شیطان **بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ** (ترجمہ:۔ان کو ذرا سا بھی ضرر پہنچانے والا ماسوا اللہ کی اجازت سے) اس لئے کہ اللہ ہی ضرر رساں و نفع بخش ہے شیطان کو کسی چیز پر کوئی قدرت حاصل نہیں کیونکہ وہ ممکن ہے اور ممکن وہ ہے جو ہر شئی کا محتاج ہو اور اسکی اسے استطاعت نہیں ہے۔ **وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ** (ترجمہ:۔اور اللہ ہی پر اہل ایمان کو توکل (بھروسہ) کرنا چاہئے) اسلئے کہ رب العالمین ہے اور وہ اشیاء کی تدبیر کرنے والا ہے۔پس یہ جائز نہیں کہ اس کے سوا کسی اور پر توکل کیا جائے۔

(۱۱) **یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ** (ترجمہ:۔اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے اجتماعات میں جگہ کشادہ بناؤ) یعنی وسعت اور کشادگی پیدا کرو **فَافْسَحُوْا** (ترجمہ:۔تو کشادہ ہوجایا کرو) **بالمجالس** سے مراد مجالس رسول اللہ ﷺ ہیں اور اصحاب رسول ﷺ ان کی مجلس میں باہم مقابلہ کرتے ہوئے شریک ہوتے تھے اور ان کے قرب کے کئے جھگڑا کرتے تھے لہٰذا ان میں سے بعض بخوشی بعض کے لئے رسول اللہ ﷺ کی قریب کشادگی نہیں کرتے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ صحابہ کرام پہلی صف کے لئے کوشش کرتے تھے اور اپنی نشستوں میں تنگی کا مظاہرہ کرتے تھے اور کوئی آتا تھا تو اس کے لئے کشادہ دلی نہیں کرتے تھے ثواب حاصل کرنے کی خاطر' جمہور نے **تفسحوا** پڑھا ہے۔داؤد بن ہند' قتادہ اور عیسیٰ نے باب تفاعل سے **تفاسحوا** پڑھا ہے۔اور مجلس کو 'ل' پر زیر کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔اور وہ جلوس ہے یعنی اپنی نشستوں میں پھیل کر بیٹھو اور اس میں کوئی تنگی نہیں کرو۔ **یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ** (ترجمہ:۔اللہ تمہارے لئے کشادگی کرے گا) مکان اور رزق میں یا سینے میں۔**وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا** (ترجمہ:۔اور جب کہا جاتا ہے اٹھو) آنے والوں کے لئے وسعت کی خاطر اٹھو یا مجلس رسول ﷺ سے اٹھو **فَانْشُزُوْا** (ترجمہ:۔تو اٹھ جاؤ) فراء نے کہا کہ لوگوں نے اسے شین پر زیر سے پڑھا ہے۔اور اہل حجاز اس پر پیش لگائے ہیں۔اور دونوں لغتیں ہیں۔اور کہا جاتا ہے کہ اس کے معنی ہیں جب تمہیں کہا جائے نماز کے لئے یا قضائے حق یا شہادہ کیلئے اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ جاؤ۔ **نشز الرجل ینشز** جب وہ بیٹھا ہو تو کھڑا ہو جائے۔نافع اور عاصم اور ابن عامر شامی اور حفص اور ابوجعفر اور شیبہ نے شین پر پیش پڑھا ہے اور باقی لوگوں نے زیر کے ساتھ۔ **یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ** (ترجمہ:۔اور تم میں سے جو ایمان لائے ہیں اللہ ان کو بلند درجہ عطا کرے گا۔) اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی بجا آوری کرنے کی وجہ سے دنیا میں اطمینان کے ذریعہ اور آخرۃ میں غفران اور رضوان کے ذریعے۔ **وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ** (ترجمہ:۔اور ان لوگوں کو جنہیں علم عطاء کیا گیا) یہ آیت طلب علم پر اُکساتی ہے اس لئے کہ یہ (علم) انہیں شرف اور کرامت عطاء کرتا ہے۔دنیا اور آخرۃ دونوں میں تو اس میں یہ عطاء صرف مومن علماء کے لئے ہے اور جہاں تک صرف دنیا کا تعلق ہے تو اس میں یہ صرف کافروں کے لئے ہے۔اور نبی ﷺ سے مروی ہے عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے کہ میری فضیلت تمہارے سب سے ادناء پر ہے۔اور ایک روایت میں ہے جیسے کہ پورے چاند کی رات میں قمر کی تمام کواکب پر فضیلت ہے اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ عالم کی ایک دن کی عبادت عابد کی چالیس برسوں کی عبادت کے برابر ہے۔اور رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ قیامت کے روز تین کی شفاعت کریں گے۔انبیاءؑ پھر علماء اور پھر شہداء۔صاحب کشاف نے کہا تو مرتبہ میں سب سے بڑا نبوۃ اور شہادہ کے درمیان واسطہ ہے۔رسول اللہ ﷺ کی شہادت کے ساتھ۔حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ سلیمانؑ کو علم' مال اور ملک (حکومت) کے درمیان میں سے اختیار کرنے کو کہا گیا تو انہوں نے علم کو چن لیا پس مال اور ملک اس کے ساتھ عطا کر دیا گیا۔ حضور ﷺ سے مروی ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔اور یہ بھی فرمایا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں کیونکہ ان میں اکثر مسائل الشریعۃ میں اجتہاد کرتے ہیں اور عالم سے مراد ہے وہ شخص جو اصول الشریعۃ میں سے احکام کا استخراج کرسکتا ہو اور وہ اصل' کتاب اللہ' سنت رسول' اجماع اور قیاس ہیں ورنہ وہ بمنزلہ عامی شخص کے ہوگا۔اس پر کسی بھی امام کی تقلید کرنا واجب ہے اور اس

کے لئے جائز نہیں کہ اصول شرع میں سے احکام استنباط کرے اوراس پر لازم ہے کہ اپنے مقتدی کے امام کے قول پر ہی فتویٰ دے اور ایسا شخص اگر وہ علماء راسخین سے ہوتا ہے لیکن ان بندوں سے افضل ہوگا جو علوم الشریعۃ اور اس کے لواحق سے واقف نہیں ہوتے۔ پھر اللہ کا یہ قول والذین اوتوا العلم درجات الذین امنوا پر معطوف ہے۔ پس معنی یہ ہوں گے اللہ بلند کرتا ہے علمائے مومنین کے درجات۔ کہ اس کے دو وصف ہیں کہ الرفع والدرجه. ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ "منکم" پر بات پوری ہوگئی اور والذین اوتوا العلم نئی بات شروع ہو رہی ہے۔ یہاں پر فعل محذوف ہے یعنی جنہیں علم عطا کرنے کے لئے چن لیا گیا ہے ان (علماء) کے لئے درجات ہیں اور مومنوں کے لئے رفع۔ یہی مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ **وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ**(ترجمہ:۔اور جو تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے) خیر و شر میں سے کچھ بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ اللہ نے فرمایا

(۱۲) **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ** (ترجمہ:۔اے ایمان والو جب تم رسول سے نجی مشورہ کرو) یعنی جب تم نجی مشاورت کا ارادہ کرو۔ **فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً**(ترجمہ:۔بات عرض کرنے سے پہلے صدقہ ادا کیا کرو) یہ استعارہ ہے اس آدمی کے لئے جس کے دو ہاتھ ہوں اور معنی ہیں اپنی نجی مشاورت سے قبل۔ اور یہ حضرت عمرؓ کے قول کی طرح ہے افضل ترین چیز جو عرب کو عطاء کی گئی یہ وہ شعر ہے کہ جسے آدمی اپنی حاجت سے پہلے پیش کرتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے کریم سے بارش کرم چاہتا ہے۔ اور اسی کے ذریعہ ذلیل آدمی کو رسوا کر دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا مدعا یہ ہے کہ شاعر اپنی حاجت بیان کرنے سے پہلے شعر پیش کرتا ہے۔ اور ابن عباسؓ اور قتادہ سے مروی ہے مومنوں میں سے کچھ بے خبر لوگ محض اپنی منزلت کے اظہار کے لئے حاجت کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے کثرت سے نجی مشاورت کرتے تھے اور آپ ﷺ نرم دلی اور فیاضی کی وجہ سے کسی کو رد نہیں کرتے تھے پس یہ آیت نازل ہوئی ان پر اس معاملہ (مناجات) میں سختی پیدا کرنے کے لئے۔ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس آیت پر میرے علاوہ کسی ایک نے عمل نہیں کیا۔ میں نے سرگوشی کا ارادہ کیا اور میرے پاس صرف ایک دینار تھا اور پھر میں نے اسے دس درہموں میں تبدیل کیا اور دس مرتبہ سرگوشی کی اور ہر مرتبہ ایک درہم کا صدقہ دینا پڑا۔ پھر اس حکم میں مشقت ظاہر ہوئی تو ترک صدقہ کی رخصت نازل ہوگئی۔ صاحب الکشاف نے کہا کہ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کو تین چیزیں ملیں اگر مجھے ایک بھی ملتی تو مجھے سرخ اونٹ سے زیادہ عزیز ہوتی۔ حضرت فاطمہؓ سے ان کی شادی، یوم خیبر ان کو علم کی عطاء اور آیۃ النجوی۔ اور ابو یعلی نے ابو ہریرہؓ سے اخراج کیا اور کہا کہ عمر ابن خطابؓ نے فرمایا کہ علیؓ کو تین خوبیاں عطا کی گئیں اگر مجھے ان میں سے کوئی ایک بھی ملتی تو مجھے سرخ اونٹ کی عطاء سے زیادہ عزیز ہوتی۔ ان سے پوچھا گیا وہ کیا ہیں۔ انہوں نے بتایا ان کی رسول کی بیٹی فاطمہؓ سے تزویج اور ان کا مسجد میں رہنا کہ میرے لئے نہیں جو ان کے لئے حلال ہے۔ اور یوم خیبر کو علم کا دیا جانا اور اسے امام احمدؒ نے مسند صحیح میں ابن عمر سے روایت کیا اسی طرح جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں بیان کیا۔ لفظ " **لا یحل لی** " کے بارے میں اختلاف ہے۔ بزار نے سعد سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے علیؓ سے کہا کسی کو بھی حلال نہیں کہ وہ اس مسجد میں شب باشی کرے سوائے میرے اور تیرے۔ سیوطی نے اسے اپنی تاریخ میں روایت کیا۔ قتادہ نے کہا کہ اس پر دن کے ایک حصہ میں عمل ہوا اور مقاتل نے کہا کہ دس دن تک اور اس کو صدقات بھی پڑھا ہوگیا ہے۔ **ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ**

وَاَطْهَرُ (ترجمہ:۔ یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے) یعنی نجی مشاورت سے پہلے صدقہ پیش کرنا۔ **فَاِنۡ لَّمۡ تَجِدُوۡا** (ترجمہ:۔ اگر تم نہ پاؤ) یعنی جو تم صدقہ دے سکو۔ **فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ** (ترجمہ:۔ پس اللہ معاف کرنے والا بہت رحم کرنے والا ہے) صدقہ سے پہلے مناجاۃ (سرگوشی، نجی مشاورت) میں رعایت پر یہ دلالت کرتی ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ جب صحابہ نے جان لیا کہ رسول اللہ ﷺ سے ان کی سرگوشی بغیر کسی حاجت کے اللہ کے نزدیک مکروہ ہے تو انہوں نے اسے ترک کر دیا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بغیر کلام مضطرب ہوتے تھے۔ اور ان میں سے اکثر مساکین تھے۔ کلام سے پہلے صدقہ کرنے کے لئے کچھ انہیں میسر نہ تھا۔ تو اللہ نے یہ نازل کیا

(۱۳) **ءَ اَشۡفَقۡتُمۡ** (ترجمہ:۔ کیا تم گھبرا گئے) یعنی کیا تم خوف زدہ ہو گئے **اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىۡ نَجۡوٰٮكُمۡ صَدَقٰتٍ فَاِذۡ لَمۡ تَفۡعَلُوۡا** (ترجمہ:۔ اپنی سرگوشی نجی مشاورت سے پہلے صدقہ میں خرچ کرنے سے؟ پھر جب تم نے نہیں کیا) وہ جس کا تمہیں حکم دیا گیا تھا اور وہ تم پر گراں ہو گیا **وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ** (ترجمہ:۔ اور اللہ تم پر دوبارہ مہربان ہو گیا) اور تمہارا بوجھ ہلکا کر دیا اور نجی مشاورت سے پہلے صدقہ کے حکم کو اٹھا لیا کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک اس گھڑی تک موکد تھا۔ **فَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ** (ترجمہ:۔ تو نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو) پس عبادات میں حد سے مت گذرو، **وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ** (ترجمہ:۔ اور جو تم کرتے ہو اللہ اس کا جاننے والا ہے) یہ وعدہ اور وعید ہے۔ عیاش نے ابی عمر کے حوالہ سے اور جمہور نے بھی یعملون بالیاء پڑھا ہے۔

(۱۴) **اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ تَوَلَّوۡا قَوۡمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ** (ترجمہ:۔ کیا تم نے نہیں دیکھا انہیں جو اس قوم کو دوست بناتے ہیں جن پر اللہ نے غضب فرمایا) وہ منافق ہیں جو یہود کو دوست بناتے ہیں۔ یہود وہ ہیں جن سے اللہ ناراض ہے۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا غیر المغضوب علیھم۔ **مَا هُمۡ مِّنۡكُمۡ** (ترجمہ:۔ نہ تو وہ تم میں سے ہیں) یعنی مومنون **وَلَا مِنۡهُمۡ** (ترجمہ:۔ اور نہ وہ ان میں سے ہیں) یعنی یہود میں سے بلکہ وہ تو متردد ہیں کبھی ان کی طرف اور کبھی ان کی طرف **وَيَحۡلِفُوۡنَ عَلَى الۡكَذِبِ** (ترجمہ:۔ اور وہ جھوٹ پر قسم کھاتے ہیں) یعنی منافق کہتے ہیں واللہ بلا شبہ ہم مسلمان ہیں حالانکہ وہ جھوٹے ہیں **وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ** (ترجمہ:۔ اور وہ جانتے ہیں) اپنے قول کے جھوٹ کو انہیں یقین ہے کہ وہ منافق ہیں۔

(۱۵) **اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمۡ عَذَابًا شَدِيۡدًا** (ترجمہ:۔ اللہ نے ان کے لئے شدید عذاب تیار کر رکھا ہے) یعنی آگ کو بھرنے والا عذاب **اِنَّهُمۡ سَآءَ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ** (ترجمہ:۔ بلا شبہ برا ہے جو وہ کیا کرتے رہتے ہیں) اور وہ ان کا برے عمل پر اصرار ہے اور وہ نفاق ہے۔

(۱۶) **اِتَّخَذُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ** (ترجمہ:۔ انہوں نے اپنی قسموں کو بنا لیا ہے) یعنی جھوٹی قسموں کو **جُنَّةً** (ترجمہ:۔ ڈھال) یعنی حفاظت جو بچائے ان کے خون اور اموال کو۔ **فَصَدُّوۡا** (ترجمہ:۔ روکا انہوں نے) لوگوں کو دوران امن۔ **عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ** (ترجمہ:۔ (لوگوں کو) اللہ کے راستے سے) یعنی ایمان اور اسلام کی راہ پر چلنے سے۔ **فَلَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ** (ترجمہ:۔ لہذا

ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے) یوم حشر اللہ ان کو رسوا کرے گا۔ یہ اللہ کے اس فرمان کی طرح ہے۔ والذين كفروا وصدو عن سبيل الله زدناهم عذاباً فوق العذاب. (النحل ۸۸)

(۱۷) لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ (ترجمہ:۔اللہ کے سامنے نہ ان کے اموال کچھ کام آئیں گے اور نہ ہی اولاد) یعنی ان کو اللہ کے عذاب سے بچانے میں۔ شَيْئًا (ترجمہ:۔ ذرا سا بھی) یعنی تھوڑا سا بھی۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (ترجمہ:۔ یہی لوگ اہل جہنم ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے) ان کی وہ قسم کہ وہ مومن ہیں کوئی فائدہ نہیں پہونچائے گی۔

(۱۸) يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ (ترجمہ:۔جس دن اللہ ان سب کو اٹھائے گا تو اس کے سامنے بھی وہ قسمیں کھائیں گے) یعنی اللہ کے سامنے آخرۃ میں کہ وہ منافق نہیں ہیں۔ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ (ترجمہ:۔جیسا کہ تمہارے سامنے قسم کھاتے ہیں) دنیا میں اپنی اموال اور جانوں کے خوف سے وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ (ترجمہ:۔اور سمجھیں گے کہ ان کا کام بن جائے گا۔) یعنی کہ ان کی قسمیں حفاظت (آڑ) بن جائیں گی۔ ان کے اموال اور جانوں کے واسطے لیکن وہ آخرۃ میں تھوڑا سا فائدہ بھی نہیں پہونچائیں گی۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (ترجمہ:۔سن لو یہی تو وہ جھوٹے لوگ ہیں) دنیا اور آخرت دونوں میں۔

(۱۹) اِسْتَحْوَذَ (ترجمہ:۔مسلط ہوگیا ہے) غالب ہوگیا ہے سر پر سوار ہوگیا ہے۔ ماہرین نحو نے کہا استحوذ اپنی اصل سے نکلا ہے پس جس نے کہا حاذ یحوذ اس نے استحاذ کہا اور جس نے کہا احوذ یحوذ اس نے اس کی اصل سے اخراج کیا اور کہا استحوذ اور یہ رد کردہ قیاس ہے عمر نے استحاذ پڑھا ہے۔ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ (ترجمہ:۔ان پر شیطان پس اس نے ان سے اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے) یعنی اس کے امر و نہی کو بھلوادیا۔ اُولٰٓئِكَ (ترجمہ: یہی لوگ) یعنی موصوفون جو ان بری صفات کے حامل ہیں۔ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ (شیطان کی جماعت ہیں) یعنی اس کا لشکر ہیں اور اس کے پیروکار (چیلے) ہیں۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (ترجمہ:۔ہوشیار۔ بلاشبہ شیطان کی جماعت والے ہی خسارہ اٹھانے والے ہیں۔) یعنی پھر پورے کے پورے خسارے میں ہیں۔

(۲۰) اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ (ترجمہ:۔ بلاشبہ وہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی دشمنی کرتے ہیں) اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ (ترجمہ:۔وہی لوگوں میں سے پست ترین لوگ ہیں) یعنی ان تمام لوگوں میں جنہیں اللہ نے ذلت میں ڈالدیا۔ اور گذشتہ امم کے رسواء ترین اور ذلیل ترین لوگوں میں سے ہیں۔

(۲۱) كَتَبَ اللّٰهُ (ترجمہ:۔اللہ نے لکھ دیا ہے) پچھلے بیان سے یہ نیا بیان ہے۔ فراء نے کہا بمعنی قال لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (ترجمہ:۔ یقیناً اس میں اور میرے رسول غالب ہوں گے) یعنی دلیلاً۔ زجاج نے کہا ان کے غلبہ کی دو نوعیتیں ہیں ۔حرب (لڑائی) کے ذریعہ غلبہ اور حجت کے ذریعے غلبہ، میں کہتا ہوں ان دونوں میں سب سے اچھا (دلیل) حجۃ کا غلبہ ہے۔ حرب (جنگ) دلیل کو روکتی ہے دوسرے اعتبارات سے جیسے کافروں کی سرکشی اور آیات الٰہی کی مخالفت ان میں ان کا استکبار اور ان کا ان

آیات کو نہ ماننا۔ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ (ترجمہ:۔ بے شک اللہ قوی ہے) اہل ایمان کی مدد کرنے میں۔ عَزِیْزٌ (ترجمہ:۔ زبردست ہے) یعنی کافروں کو شکست دینے اور ان کی پشتوں کو توڑنے پر حاوی ہے۔

(۲۲) لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (ترجمہ:۔ آپ کسی بھی قوم کو نہیں پائیں گے جو اللہ اور یوم آخرۃ پر ایمان رکھتی ہو۔ خلوص دل اور صدق نیت کے ساتھ۔ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (ترجمہ:۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسولوں سے دشمنی رکھنے والوں سے پینگیں بڑھا رہی ہو) یعنی ان سے جو اللہ اور رسول سے عداوت رکھتے ہوں۔ اور معنی یہ ہیں کہ مومن اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ اور کسی ایسے فرد سے نہیں رکھتا جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہو۔ اور اگر وہ اس سے محبت رکھتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کا دشمن ہے تو وہ مومن نہیں ہے۔ اس لئے اللہ کی محبت اور اس کی عداوت یکجا نہیں ہوسکتی۔ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ (ترجمہ:۔ چاہے ان کے آباء ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا ان کی برادری والے کیوں نہ ہوں) یعنی اللہ اور اس کے رسول کے چاہے وہ دشمن کیوں نہ ہوں جن کا اللہ نے ذکر کیا۔ پس بلاشبہ اللہ کی محبت ان کی محبت سے انہیں باز رکھتی ہے۔ یہاں پہلے آباء کا ذکر کیا گیا ہے اس لئے کہ ان کی اطاعت اولاد پر واجب ہوتی ہے۔ عقل اور نقل دونوں اعتبار سے۔ اس لئے کہ کل اور ابوان اس کے اجزاء ہیں۔ اور کُل اجزاء کے اجتماع کے بغیر کُل نہیں ہوسکتا' پھر اولاد کا ذکر ہوا کیونکہ بیٹا والدین کا ثمر ہوتا ہے۔ پس اولاد کا مرتبہ آباء کے مرتبے کے نیچے ہوتا ہے اور بھائیوں کے مراتب کے اوپر ہوتا ہے۔ اور وہ (بھائی) اس کے اجزاء بدن کی طرح ہوتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ (ترجمہ:۔ یہی وہ لوگ ہیں) یعنی جو اس شخص سے محبت نہیں رکھتے جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتا ہو كَتَبَ (ترجمہ:۔ اس (اللہ) نے لکھ دیا ہے) یعنی پیدا فرمایا ہے اور اپنے لوح پر درج کردیا ہے۔ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ (ترجمہ:۔ ان کے قلوب میں ایمان اور تقویت پہونچائی ہے اپنی ایک روح سے) یعنی قرآن یا جبرئیل کے ساتھ اور ابن عباسؓ نے فرمایا ان کی عقول کے ساتھ مِّنْهُ (ترجمہ:۔ اپنے پاس سے) یعنی اللہ کی طرف سے وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا (ترجمہ:۔ ان کو باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے دریا بہتے ہوں گے ان کو ان میں باسی بنا کر) ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (ترجمہ:۔ اللہ ان سے راضی ہوگیا) رضوان اللہ سے مراد اس کا فضل واحسان سے مالا مال کردینا ہے۔ بلاشبہ وہ ان سے اسی لئے راضی ہوا کہ وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اس کے دشمنوں سے عداوت۔ وَرَضُوْا عَنْهُ (ترجمہ:۔ اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے) اس نے جو ابدی آسائشوں میں سے انہیں عطا کی ہیں ان پر شاداں وفرحاں ہوگئے۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ (ترجمہ:۔ یہی اللہ کی جماعت والے ہیں) کیونکہ وہ اسی کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کے اوامر کی بجالاتے ہیں۔ اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں پس وہ مدد کرتے ہیں اس کے اولیاء کی اور اس کے اعداء کو شکست دیتے ہیں اور اللہ کی طرف ان کی نسبت ان کی بزرگی اور کرامت ہوتی ہے۔ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (ترجمہ:۔ دھیان رہے بلاشبہ اللہ کی جماعت والے ہی فلاح پانے والے ہیں) یعنی دونوں جہاں کی سعادت سے کامران وکامیاب ہونے والے ہیں۔ اس کی عظیم الشان نعمتوں کے ذریعے ممتاز ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم